رجسٹرڈ نمبر اے ۹۲۲

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے — سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۲ | ۱۵ جنوری ۱۹۵۴ء | ایڈیٹر قاضی عبدالغفار | ۹ جمادی الاول ۱۳۷۳ھ | نمبر ۲۶

مشاعرے

اُردو زبان کی ترقی اور حفاظت کے کاموں کا پہلو نہایت سنجیدہ مگر "خشک" لیکن اہم ترین پہلو تو وہ ہے جو انجمن کی تحریکی مہم نے اختیار کیا اور اتنا ہی اہم اور بنیادی کام وہ ہے جس پر ہم بار بار اور بہم اصرار کرتے رہتے ہیں ——— یعنی یہ کہ اردو کے حامیوں کو سب سے زیادہ فکر اس کی ہونی چاہیے کہ جن بچوں اور ان پڑھ بالغوں کی مادری زبان اُردو ہے ان کو یہ زبان پڑھائی جائے۔ انسانوں کی طرح زبانوں کی زندگی بھی فطرت کے قوانین پر منحصر ہے۔ جس طرح انسان کی زندگی قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی رگوں میں تازہ خون پیدا ہوتا رہے اسی طرح زبانوں کو زندہ رکھنے کے لئے ان کے جسم میں تازہ خون کے مسلسل پیدا ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کسی زبان کے بولنے اور پڑھنے والوں کی تعداد میں پیہم اضافہ نہ ہوتا رہے تو وہ زبان بہت جلد ختم ہو جائے گی۔ بالکل اسی طرح جیسے کہ اگر انسانوں کے اولاد ہونی بند ہو جائے تو ان کی نسل کا ختم ہو جانا لازمی ہے۔ زبان کی ترقی اور حفاظت کے مسئلہ کا یہ پہلو جس قدر سنجیدہ اور اہم ہے اسی قدر "خشک" ہے ——— "خشک" سے ہماری مراد یہ ہے کہ کارگذاروں کے لئے اس کام میں محنت اور جانفشانی تو زیادہ ہے لیکن سامان تفریح و تفنن بہت کم ہے۔ یہ کوئی راز نہیں کہ اس "خشک" کام کے لئے رضاکار بہت کم ملتے ہیں۔ البتہ ہنگامی مظاہروں میں ——— مشاعرے ہوں یا جلسے ——— کام کرنے والوں اور شرکاء کی تعداد کم نہیں ہوتی۔ شعر و شاعری اور ہنگامی جوش و خروش کی فضا ان لوگوں کے لئے سازگار ہوتی ہے جو اپنے فرصت کے اوقات کو خوش وقتی کے ساتھ گذارنا چاہتے ہیں۔ مگر ان مشاغل میں جو مبالغہ ہونے لگا ہے اس سے اردو زبان کی کسی ٹھوس خدمت سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہم مشاعروں یا ادبی محفلوں کی افادیت سے انکار کرتے ہیں۔ ہم تو ایسے اجتماعات کو بہت ضروری سمجھتے ہیں بشرطیکہ ان کا پس منظر بھی ٹھوس ہو۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ہم ایک دوکان کھولتے ہیں اور گاہکوں کو اس کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ایک شاندار اور خوبصورت سائن بورڈ لگاتے ہیں لیکن بدقسمتی سے دوکان کے اندر تجارت کا مال بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ شاندار سائن بورڈ بیکار ثابت ہوگا۔ کچھ ایسا ہی حال ہمارے مشاعروں کا ہو گیا ہے۔ مشاعرہ یا کانفرنس اردو زبان کے پروپیگنڈے کا ایک بہت مؤثر اور مفید ذریعہ ہے لیکن جب ہی جبکہ اس کو مناسب ماحول میں اور صحیح طریقہ پر استعمال کیا جائے۔ افسوس ہے کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ مشاعروں کی ایک یہ بدقسمتی تمام ملک میں پھیل گئی ہے۔ وہ مختلف صورتیں اختیار کرتی رہی ہے:—

(۱) یا تو کسی صاحب یا چند اصحاب کو کسی پلیٹ فارم پر نمایاں ہونے کی خواہش بیقرار کرتی ہے اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ مشاعرے کے نام سے عوام کو جمع کر لینا آسان ہے اس لئے ایک محفل مشاعرہ برپا کر دیتے ہیں۔

(۲) یا کوئی صاحب یا چند اصحاب مشاعرے کو پیسہ کمانے کا ایک ذریعہ بناتے ہیں۔ ٹکٹ خوب فروخت ہوتے ہیں لیکن مشاعرے کی آمدنی کا حساب کتاب "حساب دوستاں در دل" ہو جاتا ہے۔ جو لوگ مشاعرے میں آتے ہیں ان کو چند گھنٹے لطف اندوز ہونے کے بعد اس کی خبر نہیں ہوتی کہ کاروبار زیادہ تر تجارتی تھا۔

(۳) یا شعر و سخن کی ان محفلوں کے پیچھے ذاتی یا سیاسی اغراض ہوتے ہیں۔ ایسی محفلوں میں "بڑے آدمیوں" سے قرب حاصل کرنے کے مواقع نصیب ہوتے ہیں۔ شاعری کی اس صنعت پر عمل ہوتا

ہے کہ

سیکھیں ہیں مہ رخوں کے لئے ہم مصوری
تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہئے

(۲) یا ان تمام کمزوریوں سے پاک وہ مشاعرہ ہوتا ہے جس میں بلانے والے اور آنے والے صرف دو گھڑی کی تفریح کے لئے جمع ہوتے ہیں اور محفل برخاست ہونے کے بعد شاعروں کے اشعار کے حسن و قبح پر بحث کرتے ہوئے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ لیکن اس اجتماع کے کسی گوشہ میں بھی اردو زبان کی ترقی اور حفاظت کا کوئی جذبہ کارفرما نہیں ہوتا اور نہ شرکا کو اس کی فکر ہوتی ہے کہ جس زبان کی شاعری سے وہ لطف اندوز ہو رہے ہیں وہ آجکل کیسی کٹھن منزلوں سے گذر رہی ہے۔

مشاعروں کی ایسی ہی اور بھی چند قسمیں ہیں۔ بعض مشاعرے ان کمزوریوں میں اس قدر زیادہ مبتلا ہوتے ہیں کہ ان کے ذریعہ زبان کی نشر و اشاعت کا جو مقصد ہے وہ بالکل ہی فنا ہو جاتا ہے۔ آدابِ محفل اور خوش مذاقی کا تو کوئی سوال ہی نہیں بلکہ ماتم تو اس بد مذاقی کا ہے جس کے مظاہرے مشاعروں میں، خصوصاً ہمارے نوجوانوں کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔ مشکل ہی سے کوئی محفل ایسی ہوتی ہے جہاں نوجوانوں کا اجتماع ہو اور اس بد مذاقی کا مظاہرہ نہ ہو۔ ضبط و نظم کی اس کمی اور آدابِ صحبت کی اس خلاف ورزی سے ایک بات تو بالکل واضح ہو جاتی ہے وہ یہ کہ ہمارے نوجوانوں کو مذاقِ سخن یا زبان کی محبت ان محفلوں میں نہیں لاتی بلکہ صرف تفریح و تفنن کا ایک ادنیٰ تخیل ہوتا ہے جو انھیں بالکل اسی طرح مشاعرے میں لاتا ہے جس طرح سینما یا تھیٹر میں لے جاتا ہے!

یہ صورتِ حال بہت ہی افسوسناک ہے اور وہ اور زیادہ افسوسناک ہو جاتی ہے جب ایک طرف نوجوانوں کی اس بد مذاقی کا مظاہرہ ہوتا ہے اور دوسری طرف ہمارے "بزرگانِ ملت" بھی زبان یا شعر و سخن کے مذاقِ صالح سے قطع نظر کر کے بعض ایسے اجتماعات کو سیاسی یا نیم سیاسی بنا لیتے ہیں اور ان کا مقصد محفلِ شعر و سخن نہیں ہوتی بلکہ پبلک پلیٹ فارم یا اسٹیج پر سیاسی بڑے آدمیوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ بعض اوقات تو صدرِ مشاعرہ بھی ایسے معززین بنا دیے جاتے ہیں جو کسی ایک شعر کے صحیح معنے بھی نہیں بتا سکتے۔ ان کا جو استقبال اور سواگت ہوتا ہے وہ اس کی خاطر تشریف لاتے ہیں اور بلانے والے اسی مشہور اصول پر کاربند ہوتے ہیں کہ

تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہئے!! یہ لین دین پبلک زندگی میں کتنا ہی ضروری اور ناگزیر ہو لیکن بہتر ہو اگر شعر و سخن کی محفلیں اس کاروبار میں آلودہ نہ کی جائیں!

ہمارے ملک میں آجکل اتنے "نیک" مسائل در پیش ہیں کہ کسی نہ کسی مسئلہ پر ہر روز ایک کانفرنس منعقد کی جا سکتی ہے اور اس میں کسی نہ کسی پارٹی کے محترم لیڈروں کو مدعو کیا جا سکتا ہے۔ "تقریب بہرِ ملاقات" کے لئے ان کانفرنسوں کے ہنگاموں پر ہمیں کچھ بھی اعتراض نہیں۔ لیکن جب شعر و ادب کی ذہنی لطافتوں میں آمیزش کی جائے پبلک زندگی اور اس میں شخصی یا جماعتی مفاد کی کثافتوں کی تو پھر کچھ کہنا ہی پڑتا ہے۔

یہ کوئی ایسی باریک بات نہیں جس کے لئے دلائل اور شواہد تلاش کئے جائیں کہ ملک میں ہر روز جو مشاعرے ہوتے رہتے ہیں وہ سوائے ہنگامی تفریح کے اردو زبان کے کسی مفاد کی طرف عوام کی رہنمائی نہیں کرتے۔ لیکن ہر شخص جو کسی مشاعرے کا انتظام کرتا ہے آجکل اردو زبان کی خدمت کا بھی مدعی ہوتا ہے۔ اس دعوے اور اس کی حقیقت کا تجزیہ کرنا بہت ضروری ہے۔

رضا کالج۔ رام پور

رام پور کے روزنامہ "ناظم" کے اداریہ کا حسبِ ذیل اقتباس قابلِ ذکر ہے۔ معاصر موصوف لکھتا ہے کہ رضا انٹر کالج میں بعض طلباء کے متعلق ڈائریاں تیار کی گئی ہیں جن میں ان کے خلاف ایسے اندراجات کئے جاتے ہیں جن کا اثر ان کی تعلیمی زندگی پر بہت برا پڑ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ششماہی امتحانات کے متعلق بورڈ امتحانات کے مقررہ اصولوں کی بھی خلاف ورزی کی جا رہی ہے۔ بورڈ نے طلباء کو اختیار دیا ہے کہ

"وہ امتحانات کے پرچوں کا جواب اگر
ہندی میں اچھی طرح نہ لکھ سکتے ہوں
تو انگریزی یا اردو میں لکھ سکتے ہیں لیکن

اس اجازت میں طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کی جاتی ہیں یہاں تک کہ امتحان کے وقت طلباء کو جو اردو میں جوابات لکھ رہے تھے روکا گیا اور ان کو ہدایت کی گئی کہ باقی جوابات ہندی میں لکھیں" ......

اگر معاصر "ناظم" کی یہ شکایت صحیح ہو تو یہ معاملہ ایسا ہے کہ انجمن ترقی اردو کی شاخ کو کوئی موثر اقدام کرنا چاہئے اور رام پور کے عوام کی نمائندگی کا پورا حق ادا کرنا چاہئے۔ پبلک جلسوں اور اخباروں کے ذریعہ سے احتجاج کرنا چاہئے اور حکامِ بالا کو پوری قوت کے ساتھ توجہ دلانی چاہئے۔ ڈیڑھ سو برس تک غلامی کی حالت میں رہنے کے بعد ہمارے اندر یہ اخلاقی کمزوری پیدا ہو گئی ہے کہ تکلیفیں ہوتی ہیں تو گھر کے اندر بیٹھ کر شکایت کرتے ہیں لیکن حکام کی ناخوشی کے خوف سے گھر کے باہر لبوں پر مہر لگا لیتے ہیں! اس طرح اپنے جائز مفادات کی حفاظت کرنا بلکہ زندہ رہنا ہی مشکل ہے۔

ہم سب سے زیادہ اور سب سے پہلے رام پور کی انجمن ترقی سے یہ توقع کرتے ہیں کہ وہ ان حالات کی پوری تفتیش کر کے کوئی موثر قدم اٹھائے گی۔

ہلکے ہلکے اشارے

——— یہ خبر اخبار "نیشنل ہیرلڈ" نے شائع کی ہے۔ صحیح ہے یا غلط ہمیں نہیں معلوم ——— اور اگر ہمیں معلوم بھی ہوتا تو ہم کچھ نہ کہتے!! خبر یہ ہے:

"لکھنؤ۔ معلوم ہوا ہے کہ ریاستی حکومت اس یادداشت کے متعلق اپنے جواب پر آخری نظر ڈال رہی ہے جو کچھ روز ہوئے انجمن ترقی اردو نے صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد کی خدمت میں بھیجی تھی۔

اس یادداشت کی ایک نقل صدر کے سکریٹری نے ریاستی حکومت کو اس غرض سے بھیجی کہ وہ اس پر جو تنقید کرنا چاہے کرے

انجمن نے اس یادداشت کی ایک نقل پہلے سے صدر کو اپنی اس درخواست کے ساتھ بھیجی تھی کہ اس کے ایک وفد کو صدر کی خدمت میں حاضر ہونے اور یادداشت پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

یادداشت میں اردو کے ساتھ جو برتاؤ اتر پردیش کی حکومت نے کیا ہے اس کے متعلق شکایات بھی شامل ہیں اور یہ مطالبہ بھی کیا گیا ہے کہ اس زبان کے متعلق تعلیمی اور دوسری آسانیاں دی جائیں۔ ابھی انجمن کے وفد سے صدر کی ملاقات کی کوئی تاریخ مقرر نہیں ہوئی ہے۔"

——— ہمیں نہیں معلوم کہ اگر "نیشنل ہیرلڈ" کے نامہ نگار کی یہ خبر صحیح ہے تو اس کو کہاں سے اور کیونکر یہ خبر ملی۔ اس کی تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا انجمن کی یادداشت کو اس نے یا اس کو خبر دینے والے نے پڑھا ہے ——— ہم ابھی تک یہ سمجھ رہے تھے کہ یادداشت بصیغۂ راز ہے اسی لئے انجمن نے اس کو شائع نہیں کیا ہے۔ ——— لیکن اخباروں کے مخبر کس طرح سرکاری دفتروں پر چھاپہ مار سکتے ہیں یہ آپ ہمیں معلوم ہے!!

——— بہرحال اس خبر سے (اگر وہ صحیح ہے) ان لوگوں کو جو انجمن سے شایان کا شکوہ کر رہے تھے مطمئن ہو جانا چاہیے کہ تاخیر اگر ہوئی ہے تو اس لئے ہوئی ہے کہ ہماری ریاستی حکومت انجمن کی یادداشت کا جواب اور وہ تیار فرما رہی تھی!! ——— وہ کیا ہوگا یہ ہم بتا سکتے ہیں لیکن بتائیں گے نہیں!! چند روز انتظار کیجیے!!

——— دہلی۔ مغربی بنگال کے نامور کمیونسٹ لیڈر مسٹر سادھن گپتا ممبر پارلیمنٹ نے اردو پارک میں ہندکمیونسٹ پارٹی کی دہلی صوبائی کمیٹی کے زیر اہتمام ایک جلسۂ عام میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت تک جو طاقت اس زبان کو ختم کرنے کا رجحان کام کر رہا ہے۔ مگر جمہوری تحریک اس زبان کی حمایت کرے گی کہ ہندوستانی مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کی زبان ہے اور اس زبان میں وہ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو اپنی زبان کے ختم ہو جانے کا جو خطرہ محسوس ہو رہا ہے اُسے ختم کرنا ہے لیکن مذہبی اور تمدنی آزادی کی حفاظت کرنی ہے اور یہ سب اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب طبقاتی بنیاد پر ہندو مسلم اتحاد قائم کیا جائے۔

——— ٹنڈن جی نے حال ہی میں فرمایا کہ انھیں انگریزی یا اردو زبان سے کوئی بیر نہیں ہے۔ مگر ان دونوں میں سے کوئی ہندستان کی قومی زبان نہیں بن سکتی۔

——— اتر پردیش کی اسمبلی میں ایک ضمنی سوال کا جواب دیتے ہوئے وزیر اعلیٰ نے فرمایا کہ "لوگوں کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ انگریزی اردو یا کسی دوسری زبان میں درخواستیں نہ دیں ...." ——— یعنی اُردو زبان میں درخواستیں دینے کی اجازت کا یہ منفی پہلو ہے!! نفی اور اثبات کا مرکب!! چاہے یہ سمجھ لو چاہے وہ! "بیٹر" بھی ہے اور "بیٹر" بھی!!

——— ان تینوں صاحبوں کے ارشادات کا ذکر کرنے سے مطلب یہ ہے کہ کمیونسٹ لیڈر نے جو کچھ کہا اس کی سرحد پر پہنچ کر ٹنڈن جی بڑی خوبی و دانائی سے رک گئے ——— یعنی یوں بھی ہے اور یوں بھی! لیکن بہرحال اُس بلندی سے تو ضرور کچھ نیچے آئے جہاں اتر پردیش میں اردو زبان کا کوئی وجود ہی تسلیم نہیں کیا جاتا تھا!!

——— اگر اخباری اطلاعات صحیح ہیں تو کمیونسٹ پارٹی کی کانگریس نے غضب ہی کر دیا یعنی اس نے یہ قرارداد منظور کی کہ "ہندی ہندستان کی لازمی زبان قرار نہ دی جائے بلکہ اُس کو ریاستوں کی حکومتوں اور عوام کے درمیان لسانی اتصال کا ذریعہ بنایا جائے" گو ذرا ابھی یہ قول مزید توضیح کا محتاج ہے لیکن بہرحال اس حد تک ہندی کی مخالفت کہ اس کو تمام ہندستان میں لازمی نہ بنایا جائے درحقیقت علاقائی زبانوں کے حقوق کی حمایت ہے اور علاقائی زبانوں کی حمایت آجکل ایک جرم ہے!!

——— شاید کمیونسٹ پارٹی نے یہ سمجھا کہ اُس کے جرائم کی فہرست یوں بھی طویل ہے! ایک سطر کا اضافہ ہی سہی!!

——— معاصر "الجمعیۃ" کے ایک نامہ نگار کو یہ گمان تھا بلکہ یقین کہ اتر پردیش کی کانگریس کی کونسل کا جو جلسہ ۱۸ اور ۱۹ دسمبر کو ہونے والا ہے اس میں "یقین ہے کہ کونسل ایک قرارداد منظور کرے گی جس میں مسلم اقلیت کو مناسب سلوک کا یقین دلایا جائے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ قرارداد میں زبان وغیرہ کے معاملہ میں پالیسی کی وضاحت کی جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میونسپل الیکشن میں مسلمانوں کی طرف سے کانگریس کی حمایت نہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یو۔پی کے مسلمان یو۔پی کانگریس کی لسانی پالیسی سے سخت ناراض ہیں۔ عام طور پر یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ اگر یوپی کانگریس نے اپنی لسانی پالیسی میں تبدیلی نہ کی اور زبان کو اس کا مناسب درجہ نہ دیا گیا تو وہ مسلمانوں کی حمایت سے قطعی طور پر محروم ہو جائے گی"۔

——— نامہ نگار کا گمان ہمارے خیال میں تاسہ بعد اس کے غلط

نکلا۔ ہماری ریاستی کانگریس نے اپنی شان کو قائم رکھتے ہوئے کوئی ایسی بات نہیں فرمائی جس سے اس کی لسانی پالیسی پر کسی تبدیلی کی تہمت لگتی!!

انجمن کی خبریں

مرادآباد محترمہ افروز قریشی صاحبہ اطلاع دیتی ہیں کہ ۱۱ر نومبر ۱۹۵۳ء کو بنات القریش احسانات پورہ کا پہلا سالانہ اجتماع محترم مولانا مدنی صاحب مدظلہ کی زیر صدارت شام کے تین بجے منعقد ہوا۔ مدرسہ کی ایک چھوٹی بچی نسیم بیگم نے تلاوت قرآن پاک کی اور شکیلہ بیگم نے ایک نظم سنائی۔

محترم مدنی صاحب نے نوجوانوں سے اپیل کی کہ مستورات نے گھریلو زندگی کی دشواریوں کو برداشت کرتے ہوئے بھی اتنا بڑا کام کر لیا۔ اب اگر تمہاری دلچسپیاں اور ہمدردیاں ان کو سہارا دیتی رہیں تو یہ مکتب مدرسہ بار کو برداشت کرنے کے قابل ہو جائیں گی۔

۱۲ر نومبر ۱۹۵۳ء کو ایک زنانہ اجتماع محترمہ بیگم مدنی صاحبہ کی صدارت میں ہوا اور ان کی لڑکی مریم بیگم اور بہوئے اردو زبان کی حفاظت کے طریقے بتائے۔ صدر مدرسہ محترمہ والدہ ظفر حسین صاحب نے ایک سو روپیہ مدرسہ کو انعام دیا۔ افروز قریشی صاحبہ نے مدرسہ کی سالانہ رپورٹ پڑھی۔

آمدنی ۰۰۲ روپیہ۔ خرچ ۱۴۰ روپیہ۔ باقی ۶۰ روپیہ
۲۰ بہنیں ایک روپیہ ماہوار چندہ دینے والی ممبر ہیں۔

حیدرآباد انجمن ترقی اردو (حیدرآباد) کا سالانہ جلسۂ عام ۱۳ر دسمبر ۱۹۵۳ء کو زیر صدارت جناب ڈاکٹر غلام یزدانی صاحب معتمد اعزازی کے مکان پر منعقد ہوا۔ اراکین و رفقائے انجمن کی ایک بڑی تعداد شریک تھی۔ معتمد اعزازی نے سالانہ رپورٹ پڑھ کر سنائی جس کے بعد سال آئندہ کے لئے حسب ذیل عہدہ داران و اراکین انتظامی کا انتخاب کیا گیا۔

صدر۔ ڈاکٹر غلام یزدانی صاحب

معتمد۔ حبیب الرحمٰن صاحب

اراکین انتظامی۔ نواب معین جنگ بہادر۔ پروفیسر ہارون خاں شروانی صاحب۔ ڈاکٹر یوسف حسین خاں صاحب۔ جناب جانکی پرشاد صاحب محمد عبدالقادر سروری صاحب۔ جناب نرسنگ راؤ صاحب ایم اے۔ محترمہ زینت ساجدہ صاحبہ۔ رائے جی بیر پرشاد صاحب۔ رائے شیوراج بہادر صاحب جناب محمد احمد مرزا صاحب۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور صاحب جناب مہری نواس لاہوٹی صاحب۔

انجمن کی جانب سے مختلف صوبوں میں تعلیم بالغان کے کام کو بڑھانے کی غرض سے ایک علیحدہ فنڈ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ آخر میں جناب سکندر علی صاحب وجد نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ فرمایا۔

"یونیورسٹی کالج آف سائنس عثمانیہ یونیورسٹی میں پہلی مرتبہ "بزم اردو" کا قیام عمل میں آیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہندو، مسلم طلبہ کی کثیر تعداد نے جدوجہد کی اور اپنی دستخطوں کے ذریعہ اس کے قیام کا مطالبہ کیا۔ بالآخر یکم نومبر ۱۹۵۳ء کو اردو ایسوسی ایشن (بزم اردو) کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ ڈاکٹر سید محمد محسن مختشم عابدی صاحب کو مشیر مقرر کیا گیا اور حسب ذیل کابینہ تشکیل دی گئی۔

صدر۔ ایم ایم شاہ خاں ایم ایس سی (آخری)
نائب صدر۔ خواجہ صدیق احمد بی ایس سی (آخری)
معتمد۔ ابوالفتح سید عترت بی ایس سی (ابتدائی)

بتاریخ ۲۴ر نومبر ۱۹۵۳ء جلسۂ افتتاح مقرر تھا۔ عالیجناب پروفیسر حبیب الرحمٰن صاحب معتمد انجمن ترقی اردو شاخ حیدرآباد نے افتتاح فرمایا۔ اپنی افتتاحی تقریر میں موصوف نے ہندوستان میں اردو کے موقف پر روشنی ڈالی۔ بحیثیت قومی زبان ہندی کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے آپ نے بتایا کہ دستور میں اردو کو جو جگہ دی گئی ہے بعض مقامات پر اس کے خلاف منظم طور پر عمل کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے یوپی کا ذکر فرمایا اور وہاں انجمن اور اردو کے حامیوں کے کام کی وضاحت بھی فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ اردو کی حمایت کرنے والے غدار نہیں کہے جاسکتے۔ آخر میں آپ نے فرمایا کہ اردو کا مستقبل اردو والوں کے ہاتھ میں ہے جنہیں دعوے ہے کہ اردو ہماری زبان ہے وہ آگے بڑھیں اردو اخبارات و رسائل خریدیں۔ بچوں کو اردو پڑھائیں اور تعلیم بالغان کی مہم چلائیں۔

موصوف کی اس تقریر کو بے حد جتنے حاضرین کے ہر طبقہ نے پسند کیا۔ حیدرآباد کے مشہور شاعر جناب کنول پرشاد صاحب کنول نے اپنا کلام سنایا۔ سامعین نے اسے بے حد پسند کیا۔ معتمد کے شکریہ کے بعد جلسہ بہت کامیابی سے اختتام کو پہنچا۔ ہال طلبا اور طالبات سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ جلسہ میں عالیجناب پروفیسر ایم سعیدالدین صاحب پرنسپل سائنس کالج صدر شعبہ جات سائنس کالج، پروفیسر عبدالقادر صاحب سروری صدر شعبۂ اردو جامعہ عثمانیہ، ڈاکٹر حفیظ قتیل صاحب، پروفیسر سید محمد صاحب اور کنول پرشاد صاحب کنول وغیرہ نے شرکت کی۔ جلسہ کے بعد عصرانہ ترتیب دیا گیا تھا۔

بزم اردو امسال سائنس کالج کی طرف سے ایک اردو میگزین "سائنس" شائع کر رہی ہے جس میں سائنسی مضامین کے علاوہ ادبی مضامین اور نظمیں وغیرہ بھی شائع کی جائیں گی۔ "سائنس" کی افتتاحی اشاعت انڈین سائنس کانگریس کے موقع پر پیش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جو جنوری ۱۹۵۴ء میں حیدرآباد میں منعقد ہو رہی ہے۔ رسالہ کو زیادہ سے زیادہ معیاری اور دلچسپ بنانے کے لئے ملک کے سائنس اور اردو ادب سے دلچسپی رکھنے والے تمام اصحاب سے قلمی و مالی تعاون کی درخواست کی گئی ہے۔

حیدرآباد: انجمن ترقی اردو حیدرآباد کی جانب سے "اردو ہال" کی تعمیر کا عنقریب آغاز کیا جا رہا ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ مجوزہ ہال کی تعمیر پر ۳۰ ہزار روپے خرچ ہوں گے۔ انجمن نے مجوزہ تعمیر فنڈ کے لئے روپیہ اکٹھا کرنے کی مہم شروع کر دی ہے۔ عمارت کا نقشہ سابق چیف انجینئر مولوی محمد احمد مرزا صاحب تیار کر رہے ہیں۔

دو "اردو دوست احباب" نے مرکزی مقام پر بلا معاوضہ زمین دینے اور ۱۵ ہزار روپے دینے پر آمادگی ظاہر کی ہے۔ انجمن ترقی اردو نے حیدرآباد میں اردو زبان کا مرکزی کتب خانہ قائم کرنے، قومی اور علمی دلچسپی کے مسائل پر پمفلٹ شائع کرنے اور تعلیم بالغان کا انتظام کرنے سے متعلق اسکیمیں تیار کی ہیں۔

آگرہ

۱۰ر دسمبر کو انجمن ترقی اردو کے جنرل سکریٹری قاضی عبدالغفار صاحب آگرہ آئے اور ۱۱ر دسمبر کی صبح کو حضرت مکش اکبرآبادی کے دولت خانہ پر ایک اجتماع ہوا جس میں شہر کے بعض ممتاز اردو دوست حضرات اور علاقائی تحریک کے نوجوان کارگزاروں نے شرکت کی۔ اس جلسے میں انجمن کی شاخ کے محترم صدر اور مشہور ادیب اور اردو زبان کے تاریخ نگار جناب حامد حسن قادری صاحب بھی شریک تھے۔ انجمن کی شاخ کے سکریٹری صاحب نے اس اجتماع کی اغراض بیان کیں اور جنرل سکریٹری صاحب سے حاضرین کا تعارف کرایا۔ قاضی صاحب نے اپنی تقریر میں دستخطی مہم کی کامیابی کے بعد جو حالات پیش آ رہے ہیں ان کا ذکر کیا اور بتایا کہ کیوں اب تک صدر جمہوریہ سے انجمن کے وفد کی ملاقات نہیں ہو سکی ہے۔ دوران گفتگو میں یہ حقیقت واضح ہوئی کہ مرکزی انجمن کے متعلق بعض نامہربان دوستوں نے آگرہ میں بہت سی غلط فہمیاں پھیلا دی تھیں جن کے موثر جوابات جنرل سکریٹری صاحب نے دئے۔ انھوں نے اپنی تقریر میں حسب معمول بہت زور اس بات پر دیا کہ تعمیری کام زیادہ سے زیادہ ہونا چاہئے اور وہ فوراً شروع ہونا چاہئے۔ چنانچہ حاضرین نے وعدہ کیا کہ وہ بلا تاخیر مکاتب اور مدارس کے قائم کرنے کے انتظامات شروع کر دیں گے اور جن مدارس میں اردو کی تعلیم بند کر دی گئی ہے ان کے متعلق جدوجہد کریں گے۔ چنانچہ جناب حامد حسن قادری صاحب کی یہ تجویز سب نے پسند کی کہ پہلے چند محلوں میں یہ اندازہ کر لیا جائے کہ کتنے بچے اور بالغ ایسے ہیں جن کو اردو پڑھانے کی ضرورت ہے تو وہاں مکتب کھولنے کا انتظام کیا جائے۔

اسی دن سہ پہر کو قاضی صاحب علی گڑھ واپس تشریف لے گئے۔

چھتیس گڑھ

دسمبر کے آخری ہفتہ میں یہاں ایک شاندار مشاعرہ ہوا جس میں باہر کے مشہور شعراء بھی شریک تھے۔ زیر صدارت جگن ناتھ آزاد صاحب ہوا۔ صدر نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا کہ ابھی آپ ڈرامہ دیکھ رہے تھے۔ دراصل زندگی نام ہے ڈراموں کے تسلسل کا یہ مشاعرہ جو ابھی شروع ہونے والا ہے۔ ہمارے بھارتی تہذیب و تمدن کے ایک عجیب پہلو کا آئینہ دار ہے۔ ہندوستان کے لمبے چوڑے علاقہ میں کشمیر سے راس کماری تک ڈھاکہ اور چٹاگانگ سے کراچی تک اردو نے ایک ایسی زبان ہونے کا ثبوت پیش کر دیا ہے جس میں سب بات کرتے ہیں اور سب سمجھتے ہیں۔ آپ اسے اردو مشاعرہ یا بھارتی مشاعرہ کہہ لیں۔ مہاتما گاندھی نے کہا تھا کہ یہ وہ زبان ہے جو ہندوستان کے ہر گوشے میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اور ایک عام فہم آسان اور ہر دلعزیز زبان ہے۔

مشاعرہ میں نوید بلاسپوری اور برائے پوری زیدی جون پوری حبیب، وحشی، بیڈھب کاشوی، شاطر حکیمی، سردار جعفری، معین احسن صاحب جذبی اور صدر محترم نے اپنے کلام سنائے۔

جذبی۔ شاطر حکیمی۔ بیڈھب کاشی۔ سردار جعفری اور حضرت آزاد نے اپنا کلام سنا کر سامعین کو بے حد محظوظ فرمایا۔ دوران مشاعرہ میں حضرت جگن ناتھ آزاد نے فرمایا کہ سردار جعفری نے جس زبان میں شاعری کی ہے اگر وہ سب کی زبان ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ پھر ہندی اور اردو کا جھگڑا مٹ جائے گا۔ پروفیسر سریواستو نے اردو زبان میں نہایت اچھے پیرایہ الفاظ میں شعراء کرام و حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ صدر موصوف نے اختتام مشاعرہ کا اعلان فرماتے ہوئے کہا کہ آپ محسوس کریں گے جو زبان ملک میں بولی جاتی ہے وہ وہی ہے جس میں شعراء کا کلام سن کر آپ نے حوصلہ افزائی کی ہے۔

سردار جعفری سے حاضرین کی فرمائشوں کے ذوق کو دیکھتے ہوئے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ گویا مدھیہ پردیش کے وزیراعلیٰ شکلا جی کے گھر میں کمیونزم اس قدر مقبول ہو رہا ہے۔ پروفیسر شری واستو صاحب تیواری، پرنسپل صاحب، ضیاء الدین صاحب، سید حیدر علی صاحب وکیل اور عبدالرؤف صاحب وغیرہ نے مہمان نوازی کے فرائض بحسن و خوبی انجام دئے۔

اجمیر

جامعہ اردو علی گڑھ کے امتحانات ادیب، ادیب ماہر اور ادیب کامل کو اجمیر بورڈ نے تسلیم کر لیا اور اب ان امتحانات کو پاس کرنے والے حضرات صرف انگریزی میں ہائی اسکول، انٹرمیڈیٹ اور بی اے پاس کر کے آگے بڑھ سکیں گے۔ سنا گیا ہے کہ مسلم یونیورسٹی میں بھی یہ مسئلہ اب عنقریب طے ہو جائے گا۔

اردو میں درخواستیں

کیسی مشقتِ گیاں کی کس کا وہ بھی چند روز
حسرت میں بہتا کہ ناز مسیحا اٹھائیے

یوپی حکومت کے وزیراعظم پنڈت گووند ولبھ پنت نے اسمبلی میں ۲۴ر دسمبر کو ایک ضمنی سوال کا جواب دیتے ہوئے بتایا کہ "لوگوں کو روکا نہیں جا سکتا کہ وہ انگریزی، اردو یا کسی دوسری زبان میں درخواستیں دیں"

پنت جی چونکہ یوپی کے وزیر اعظم ہیں، ہمارے صوبائی مسائل کی پالیسی ان سے متعلق ہے اس لئے انھوں نے جو کچھ کہا وہ ممکن ہے پالیسی کی حد تک درست ہو۔ لیکن عمل کی حدود میں اگر ان کے یہ الفاظ شرمندۂ مفہوم و معانی نہیں رہتے، تو کہنا ہے کہ پنت جی یا ان کی منزل کے بعض دوسرے ذمہ دار اسے مناسب جانتے ہوں اور انھیں اردو میں درخواستیں دینے والوں پر اعتراض نہ ہو مگر دیکھنا ہے موجودہ عمل درآمد کا اور اندازہ کرنا ہے پنت جی کی حکومت کے ان کارکنوں کے رویہ کا جو حکومت کے کاروبار کو چلا رہے ہیں۔ پنت جی نے اردو درخواستیں دینے والوں کے متعلق کہا ہے کہ انھیں نہیں روکا جا سکتا۔ یہ بالکل درست ہے واقعی نہیں روکا جا سکتا، اس لئے کہ اردو میں درخواستیں دینا جرم قرار نہیں پایا ہے، مگر حالات۔ عمل کی رفتار کا پورا جائزہ لینے کے بعد کہا جا سکتا ہے کہ روکا جاتا ہے اور اس طرح روکا جاتا ہے کہ اردو میں لکھی ہوئی درخواستیں عام طور پر قبول نہیں کی جاتیں، ان پر غور نہیں کیا جاتا، وہ قابل اعتنا قرار نہیں پاتیں اکثر و بیشتر یہ کہہ کر واپس کر دی جاتی ہیں کہ ہندی میں لکھوا کر لاؤ تو ان پر غور ہو سکے گا۔

پنت جی نے یہ فرمایا کہ "لوگوں کو روکا نہیں جا سکتا کہ انگریزی یا اردو میں درخواستیں نہ دیں" یہ ایک منفی بات ہے۔ اگر واقعی اردو کی درخواستیں قابل قبول، لائق توجہ اور درخور اعتنا ہوتیں تو انھیں یہ کہنا چاہیئے تھا کہ اردو میں لکھی ہوئی درخواستیں لی جا سکتی ہیں، یہ مثبت پہلو ہوتا اور اس سے حکومت کے نظریے کی بخوبی وضاحت بھی ہو جاتی جس کی روشنی میں ہر درخواست گذار کو یہ حق ہو پہنچتا کہ اردو میں درخواست قبول نہ کرنے والوں سے اصرار بھی کر سکتا اور اصول کی روشنی میں بتا سکتا کہ اردو میں بھی درخواستیں گذارنا صحیح و درست ہے اس لئے کہ حکومت کی پالیسی واضح ہو چکی ہے۔

پنت جی یوپی حکومت کے سب سے اہم رکن ہیں۔ ان کی ذمہ داریاں بہت زیادہ اور کافی بلند بھی ہیں اگرچہ انھیں اپنے دائرہ حکومت کے اندر جو واقعات گزرتے ہیں ان سے باخبر ہونا چاہیئے مگر تاہم وہ ان باتوں سے لاعلم ہوں گے اور انھیں لاعلم رکھنے کی کوشش کی جاتی ہوگی جو روزمرہ ہر ضلع اور ہر تحصیل میں پیش آتی ہیں۔ درخواستوں کے سلسلے میں تو پنت جی نے منفی پہلو ظاہر کرتے ہوئے جواز پر مبہم جہاں روشنی ڈالی ہے، مگر اردو کے سلسلے میں ہم نے حکومت کی واضح پالیسی اور محکمہ تعلیمات کے پے در پے احکام کو غیر مؤثر پایا ہے جس کے باعث حکومت کا وقار مشتبہ قرار پاتا ہے۔ ابتدائی تعلیم کے سلسلے میں ہم شمار نہیں کرا سکتے کہ کتنے سرکلر اور آرڈر جاری ہوئے کہ ہر بچہ مستحق و مجاز ہے کہ اپنی مادری زبان میں ابتدائی تعلیم حاصل کرے، محکمہ اس کے لئے ہر سہولت دے گا۔ وہ احکام آئے اور ڈسٹرکٹ انسپکٹر یا ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولز کے دفتروں میں پہنچ کر فائل کی زینت بنا دیئے گئے، اور ان سب کے برخلاف ٹیچروں کو زبانی ہدایات دے دی گئیں کہ اردو کی ابتدائی تعلیم کے سلسلے میں ہر مشکل حائل کی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ اردو کسی نوع بھی پڑھائی جا سکے، یہی نہیں بلکہ اردو کی کتابیں شائع کرنے والے پریسوں سے ساز باز کیا گیا کہ اردو کورس کی کتابیں شائع نہ کی جائیں اور یہ ہوا کہ بسا اوقات اردو کورس کی بعض کتابیں بڑی تلاش و تجسس سے بھی دستیاب نہیں ہو سکیں۔ اکثر اسکولوں میں اردو پڑھانے والے ماسٹر ہی نہیں ملیں گے۔

ہم نے کل ہی کی اشاعت میں رضا انٹر کالج رام پور کے ششماہی امتحانات کے سلسلے میں کالج کے سب سے بڑے ذمہ دار کے رویہ کا ذکر کیا ہے جو انھوں نے اردو کے متعلق اختیار کر رکھا ہے، جہاں تک نفس پالیسی کا تعلق ہے بہر حال حکومت کی تعریف ہی کرنی پڑے گی۔ اس لئے کہ غیر مذہبی جمہوریہ کی روشنی میں جو پالیسی وضع کی جاتی ہے اس میں کسی اعتراض و نکتہ چینی کی گنجائش نہیں ہوتی، لیکن جہاں تک عمل اور نتائج کا واسطہ ہے تو اس قسم کے سارے معاملات میں صفر تو کیا تضاد ملتا ہے۔

حال ہی میں پنت جی نے صوبائی کانگریس کمیٹی کے ممبروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ کانگریس کو ہر دلعزیز بنایا جائے اور دوسری اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ اس قسم کے اقدامات کی فکر کی جا رہی ہے کہ کانگریس کے وقار و عظمت کو بحال کیا جائے، ہم اس خطاب و فکر کے مخالف نہیں، مگر حالات سے وقوف کی بنا پر یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ کانگریس کو ہر دلعزیز بنانے اور اس کے عظمت و وقار کو بحال کرنے کے لئے جو راہ اختیار و متعین کی جا رہی ہے وہ صحیح نہیں ہے، اس سلسلے میں یہی کوشش کی جا سکتی ہے کہ عوام کے سامنے کانگریس کے گذشتہ کارناموں، اس کی شاندار روایات ماضیہ اور اس کی شاندار قربانیوں کو دہرایا جائے تو اس سے کون آگاہ و آشنا نہیں، عوام اس سلسلے میں اب کچھ سننے کو تیار نہیں ہیں۔ وہ دیکھنا چاہتے ہیں دستور اور نفسی پالیسی کے مطابق عمل۔ ورنہ یہ کہ کانگریس اور کانگریس حکومت کیا نظام"

(روزنامہ ناظم)

انجمن ترقی اُردو حیدرآباد کی

سالانہ رپورٹ

انجمن ترقی اُردو (حیدرآباد) کے نئے دور کی یہ تیسری رپورٹ ہے جو میں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ پچھلی رپورٹ جون سنہ ۱۹۵۲ء تک کے حالات سے متعلق تھی اور اب یکم جولائی سنہ ۱۹۵۲ء سے لے کر ختم دسمبر سنہ ۱۹۵۲ء تک کے حالات مختصر طور پر آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔

سب سے پہلے چند اعداد و شمار پیش کئے جاتے ہیں۔ گذشتہ رپورٹ میں کل اراکین کی تعداد (۱۳۶) بتائی گئی تھی جس میں (۱۹) حیاتی اور (۹۳) معمولی ارکان اور (۲۴) رفقائے انجمن شامل تھے اس وقت ہمارے کل اراکین (۲۰۶) ہیں۔ ان میں (۲۱) حیاتی اور (۱۲۷) معمولی ارکان اور (۵۸) رفقا شامل ہیں۔ ڈیڑھ برس

میں یہ ترقی ہمارے لئے وجہ تسلی ہونا چاہئیے یا باعث شرمندگی اس کا فیصلہ میں آپ ہی پر چھوڑتا ہوں۔

سال گزشتہ انجمن کے کتب خانے میں کتابوں کی تعداد (۳۰۳۰) تھی۔ اب وہ (۳۰۹۰) ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے جان بوجھ کر کتابیں حاصل کرنے کی بہت زیادہ کوشش نہیں کی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی تک انجمن کو کتب خانے اور دارالمطالعہ کے لئے کوئی موزوں جگہ نہیں مل سکی۔ حال میں ایک صورت ایسی پیدا ہوئی ہے کہ شاید ہمارے ادارے کی اپنی کوئی عمارت ہو جائے۔ اس کی تفصیل میں رپورٹ کے آخری حصہ میں عرض کروں گا۔

سنہ ۱۹۵۲ء کے موازنے میں انجمن نے مبلغ ڈھائی سو روپے دارالمطالعوں کی امداد کے لئے منظور کئے تھے۔ چنانچہ اس گنجائش سے بلدہ و اضلاع کے اٹھارہ دارالمطالعوں کو اخبارات و رسائل کی صورت میں مدد دی جاتی ہے۔ اسی طرح تعلیم بالغان کے معمولی اخراجات کے لئے بھی ڈھائی سو روپے رکھے گئے تھے۔ لیکن قرینہ یہ ہے کہ ہم ختم سال تک یہ حقیر رقم بھی پورے طور پر خرچ نہ کر سکیں گے۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ انجمن کو ایسے اصحاب میسر نہ آسکے جو روزانہ دو ڈھائی گھنٹے اس اہم کام کے لئے بلا معاوضہ دینے پر آمادہ ہوں۔ ہاں اگر معقول معاوضہ دیا جائے تو پھر بے شمار کام کرنے والے مل جائیں گے۔ مگر بدقسمتی سے اس وقت انجمن میں اس کی سکت نہیں ہے۔ اس لئے یہ گنجائش بعض ایسے اداروں کو وقتاً فوقتاً مدد دینے میں صرف کی جا رہی ہے جو اپنے طور پر ان پڑھوں کو اردو پڑھانے کا کام کر رہے ہیں۔

دوران زیر رپورٹ میں مجلس انتظامی کے چھ جلسے منعقد کئے گئے۔ ایک پبلک جلسہ "یوم فانی" منانے کے لئے دشاہی گرلز اسکول کے وسیع ہال میں زیر صدارت جناب ال۔ این گپتا صاحب معتمد تعلیمات منعقد کیا گیا۔ اور ایک مختصر سوشل اجتماع ہندی کے مشہور ترقی پسند ادیب رام بلاس شرما صاحب سے ملاقات اور تبادلۂ خیال کے لئے معتمد کے مکان پر ہوا۔

گزشتہ رپورٹ میں ذکر کیا گیا تھا کہ بچوں کے لٹریچر کی تیاری میں انجمن ہذا محکمۂ تعلیمات کے ساتھ پورا تعاون کرے گی۔ میں خوشی کے ساتھ آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ دوسری زبانوں کی کمیٹیوں کی طرح اردو زبان کی کمیٹی نے بھی مقررہ پانچ عنوانوں میں سے چار پر کتابیں تیار کرالی ہیں۔ ان کتابوں کی چھپائی اور اشاعت کا کام محکمۂ تعلیمات نے انجمن ترقی اردو کے سپرد کیا ہے اور مجلس انتظامی بھی اس ذمہ داری کو قبول کرنے پر رضامند ہو چکی ہے۔ توقع ہے کہ بہت جلد طباعت کا کام شروع ہو جائے گا۔ خدا کرے کہ یہ سلسلہ انجمن کے لئے فائدہ مند ثابت ہو۔

حیدرآباد کے کتب خانوں میں اردو زبان کے قلمی نسخوں کی توضیحی فہرستیں تیار کرنے کا کام کوئی ڈھائی سال سے انجمن کر رہی ہے خوشی کی بات ہے کہ کتب خانہ آصفیہ کی حد تک یہ کام انجام کو پہنچ چکا ہے اور تقریباً ایک ہزار قلمی نسخوں کی فہرست تیار ہو چکی ہے۔ اب اس فہرست کی اشاعت کا کام باقی ہے۔ ارباب کتب خانہ کو اس فہرست کی اشاعت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اردو زبان پر تحقیقاتی کام کرنے والوں کے لئے ایسی فہرست کی اشاعت جیسی کچھ مفید و کارآمد ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے۔

کتب خانۂ آصفیہ میں کام ختم ہوتے ہی سالار جنگ لائبریری میں یہ کام شروع کر دیا گیا ہے اور اسے بھی مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب ہی انجام دے رہے ہیں۔ موصوف ختم اگست سنہ ۱۹۵۲ء تک یہاں کی تقریباً آٹھ سو کتابوں کی فہرست قلم بند کر چکے ہیں۔ گزشتہ چار ماہ سے وہ مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے گئے ہوئے ہیں اور واپسی کے بعد پھر اس کام کی تکمیل میں مصروف ہو جائیں گے۔ اندازہ یہ ہے کہ سالار جنگ لائبریری میں اردو زبان کے قلمی نسخوں کی تعداد کتب خانہ آصفیہ سے بھی زیادہ بڑھ ہوگی۔ اس خاص کام کے لئے مرکزی انجمن ترقی اردو سے حسب سابق مالی امداد مل رہی ہے جس کے لئے ہم مرکزی انجمن کے شکر گزار ہیں۔

علوم عمرانی کے خاص خاص شعبوں پر ماہرین سے کتابیں لکھوانے کی ایک اسکیم کا گذشتہ رپورٹ میں ذکر کیا گیا تھا۔ مجھے افسوس کے ساتھ آپ کو یہ اطلاع دینی ہے کہ ہماری یہ اسکیم آگے نہیں بڑھ سکی۔ البتہ ایک صورت ایسی پیدا ہو رہی ہے کہ اگر اس میں کامیابی ہو جائے تو ہم قومی اور عالمی دلچسپی کے مسائل پر چھوٹے چھوٹے پمفلٹ تیار کرا کر انجمن کی طرف سے شائع کر سکیں گے۔ ملک کے مشہور پانچ سالہ منصوبے کے سلسلے میں حکومت ہند کی وزارت تعلیمات نے علمی و ثقافتی ترقی کی چند ایسی اسکیمیں تیار کی ہیں جن کو روبہ عمل لانے کے لئے وہ غیر سرکاری اداروں کے تعاون کی خواہاں ہے۔ چنانچہ اس غرض سے معتمد صاحب تعلیمات حیدرآباد نے یہاں کے غیر سرکاری ثقافتی اداروں سے ربط قائم کیا ہے اور انجمن ہذا کو بھی اس سلسلے میں دعوت دی گئی ہے۔ ان اسکیموں کے لئے سرکاری امداد حاصل کرنے کی ایک لازمی شرط یہ ہے کہ یہ ثقافتی ادارے خود بھی آدھے اخراجات برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں نے آپ صاحبین کے عملی تعاون کے بھروسے پر انجمن ہذا کی طرف سے تین اسکیمیں جن کی توثیق مجلس انتظامی نے بھی کر دی ہے، غرض منظوری روانہ کی ہیں جن امور سے ان اسکیموں کا تعلق ہے وہ یہ ہیں۔ ایک حیدرآباد میں اردو زبان کا مرکزی کتب خانہ قائم کرنا۔ دوسرے قومی اور عالمی دلچسپی کے مسائل پر چھوٹے چھوٹے پمفلٹ شائع کرنا۔ تیسرے تعلیم بالغان کا انتظام کرنا۔ جونہی اس بارے میں کامیابی حاصل ہو جائے گی ان اسکیموں کو عملی جامہ پہنانے کے سلسلے میں مجھے آپ کے قیمتی مشوروں سے استفادہ کرنے کی ضرورت ہوگی۔

گزشتہ رپورٹ میں چیف منسٹر صاحب کی خدمت میں انجمن کی طرف

سے ایک وفد بھیجے جانے کی تجویز کا ذکر کیا گیا تھا۔ چنانچہ ۵ر اکتوبر ۱۹۴۲ء کو یہ وفد موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا اور حیدرآباد میں اردو کے تحفظ سے متعلق ایک یادداشت پیش کی جو بعد کو پبلک کی اطلاع کے لئے مقامی اخبارات میں بھی شائع ہوئی اور اس کی کاپیاں تمام اراکین دربار اور انجمن کی خدمت میں علیحدہ بھی بھیجی گئیں۔ رہا یادداشت کا نتیجہ سو وہ ہنوز صفر ہے۔ یہ ایک عام تجربہ ہے کہ حکومتیں بالعموم کسی مطالبے کو محض اس کے واجبی ہونے کی بنا پر تسلیم نہیں کرتیں جب تک کہ اس مطالبے کے پیچھے کوئی قوت جسے انگریزی میں (SANCTIONS) کہا جاتا ہے موجود نہ ہو۔ جمہوری حکومتوں میں یہ قوت رائے عامہ کی قوت ہوتی ہے اب اردو زبان والوں کی قوت کا جو حال ہے وہ آپ پر بخوبی روشن ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہم اولاً اپنے اندر کافی قوت پیدا کریں جس کے لئے ضرورت ہے ایک اچھی تنظیم کی اور ایک مضبوط مرکز پر جمع ہونے کی۔ سردست تو کیفیت یہ ہے کہ انجمن کی طرف سے اخباروں اور رسالوں کے ذریعے بار بار اردو زبان والوں سے درخواست کی گئی کہ جہاں کہیں سرکاری مدرسوں سے اردو کی جماعتیں برخاست کی جائیں تو وہ فوراً اس بارے میں انجمن سے ربط قائم کریں اور صحیح حالات و واقعات سے انجمن کو مطلع کریں تاکہ انجمن خود محکمۂ تعلیمات میں رجوع ہو کر رفع شکایت کی کوشش کر سکے لیکن انجمن کی اس اپیل کا اب تک کوئی خاطرخواہ اثر نہیں ہوا۔ ہماری کم ہمتی کی یہ انتہا ہے کہ ہم اپنا پیدائشی حق جسے خود دستور ہند نے تسلیم کر لیا ہے مانگتے ہوئے بھی جھجکتے ہیں۔ اس بے حسی، مایوسی اور بزدلی کی حالت کو رفع کرنے کی اب ایک صورت یہ ہے کہ انجمن کے کارکن خود اضلاع کا دورہ کریں، وہاں اصلی حالات سے واقفیت حاصل کریں، مقامی سربرآوردہ اشخاص کو اردو کے لئے جدوجہد کرنے پر آمادہ کریں اور اس طرح ایک رائے عامہ پیدا کریں جسے کوئی ایسی حکومت جس کا انحصار عوام کے ووٹوں پر ہو، بہت دنوں تک نظرانداز نہیں کر سکتی۔ ظاہر ہے کہ یہ ساری باتیں کچھ نہ کچھ روپیہ چاہتی ہیں۔

گزشتہ چار سال سے تقریباً ہر سالانہ اجتماع کے موقع پر اردو زبان سے خود اہل اردو کی بے پروائی کی میں شکایت کرتا رہا ہوں۔ یہ شکایت اب بھی بدستور قائم ہے۔ معاشی بدحالی کی واقعیت سے مجھے انکار نہیں ہے لیکن ساتھ ہی میں بلاخوف تردید یہ کہہ سکتا ہوں کہ اکثر ذی استطاعت اصحاب نے دوسروں کی تباہ حالی کو اپنے لئے ایک بہانہ بنا لیا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ جس زبان سے وہ دلی محبت کے دعوے دار ہیں اس کو فنا ہونے سے بچانے کے لئے جو کچھ بھی کرنا ہو وہ سب دوسرے لوگ کریں اور خود ان پر کسی قسم کی کوئی ذمہ داری نہ عائد ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک طرح کی خود فریبی ہے۔ اردو زبان کو بچانے کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ ہم ہر وقت دوسروں کی زیادتیوں کا شکوہ کرتے رہیں اور خود اس کے تحفظ و ترقی کے لئے ذرہ برابر بھی تیار نہ ہوں۔ یا کرنے پر آمادہ نہ ہوں۔ اس کے برعکس اسی ریاست حیدرآباد میں بعض اور زبانوں کی ترقی کے لئے ہمارے ہی ہم وطن بھائی جس ایثار و خلوص سے کام کر رہے ہیں وہ ہمارے لئے سبق آموز ہے۔ ابھی دو مہینے کی بات ہے کہ تلنگی زبان کے مرکز کے لئے شہر کے ایک نمایاں مقام پر ایک عمارت کا افتتاح ہوا ہے۔ ہمارے ہندی کے پریمیوں نے اپنے کاروبار کو اس قدر وسعت دی ہے کہ اب ان کا سالانہ میزانیہ تین لاکھ سے اوپر ہو گیا ہے۔ یہ نہیں کہ آپ کہیں یہ فرض نہ کر لیں کہ ان اداروں کو ریاستی حکومت کی طرف سے کوئی غیر معمولی امداد مل رہی ہے۔ مثلاً ہندی کے ادارے کو صرف اٹھارہ سو روپے سالانہ کی امداد ملتی ہے اور ظاہر ہے کہ اگر یہ امداد بند بھی ہو جائے تو اس کے وسیع کاروبار پر کوئی خاص ناموافق اثر نہیں پڑ سکتا۔ ان مثالوں کو پیش کرنے کی غرض یہ ہے کہ ہم اپنی بے عملی کا دوسروں کی سعی پیہم سے مقابلہ کرتے ہوئے اچھی طرح محسوس کر لیں کہ ہم اپنے ثقافتی سرمایہ کو خواہ اس کا تعلق زبان سے ہو یا کسی اور شعبے سے محض شکوے شکایت، چیخ پکار یا جلسوں اور ریزولیوشنوں کے ذریعے سے نہیں بچا سکتے بلکہ اس کے لئے ضرورت ہے خلوص نیت، جذبۂ ایثار اور لگاتار محنت کی۔ بدقسمتی سے ہم آج کل انہی صفات سے محروم ہیں۔

اس تلخ نوائی کے بعد میں چاہتا ہوں کہ دو ایک ایسی باتوں کا بھی ذکر کر دوں جن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شاید ہم ابھی اتنے گئے گزرے نہیں ہیں کہ ریاست حیدرآباد میں اردو زبان کے مستقبل سے پورے طور پر مایوس ہو جائیں۔ گزشتہ ستمبر میں ایک صاحب خیر نے جن کا ایثار اس وجہ سے اور بھی زیادہ قابل تحسین ہے کہ وہ اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتے انجمن کو مبلغ ایک ہزار پانسو روپیہ سکۂ ہند کا گرانقدر عطیہ مرحمت فرمایا ہے۔ میں انجمن کی طرف سے اُن کے ان نامعلوم محسن کی خدمت میں ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں۔ میں جناب عبدالکریم بابو خاں صاحب کا بھی شکرگزار ہوں کہ موصوف نے انجمن کو اس سال مبلغ پانسو روپیہ سکۂ ہند کا مرحمت فرمایا ہے مجھے یقین ہے کہ آئندہ بھی موصوف کی ہمدردیاں اسی طرح انجمن کے حال پر جاری رہیں گی۔ نامناسب ہوگی اگر میں ان عطیات کے سلسلے میں اپنے دوست اور ملک کے نامور شاعر سکندر علی وجد صاحب کا ذکر نہ کروں جن کی کوششوں ہی کی بدولت انجمن کو یہ بڑی رقمیں حاصل ہوئیں۔ اس کے علاوہ وجد صاحب کی توجہ سے انجمن کے اراکین کی تعداد میں بھی بہت کچھ اضافہ ہوتا رہا ہے۔

اراکین انجمن کے لئے ایک اور خوشخبری یہ ہے کہ ایک صاحب نے اردو ہال کی تعمیر کے لئے ایک مرکزی مقام پر زمین دینے کا وعدہ کیا ہے اور ایک دوسرے صاحب نے اخراجات تعمیر میں اپنی طرف سے پندرہ ہزار روپیہ تک [illegible] کرنے پر آمادگی ظاہر کی ہے۔ ان اصحاب کے نام [illegible] کسی مناسب موقع پر اعلان کیا جائے گا۔ لیکن اس وقت زیادہ اہم بات یہ ہے کہ مجوزہ ہال کی تعمیر پر تقریباً پچاس ہزار روپیوں کا خرچ آئے گا۔ اس طرح گویا اور

بیس ہزار روپے جمع کرنے ہوں گے اور یہ مرحلہ صرف اسی وقت طے ہو سکتا ہے جبکہ ہم سب مل کر اس کی ذمہ داری قبول کریں اور اپنے اپنے حلقۂ اثر میں کوشش کر کے بوزنہ تعمیر فنڈ کے لئے روپیہ اکٹھا کریں۔ زمین کی پیمائش اور نقشہ کی تیاری میں میرے کرمفرما مولوی محمد احمد مرزا صاحب سابق چیف انجینئر ہمہ تن منہمک ہیں۔ موصوف کا نام ہی اس بات کی ضمانت ہے کہ اس رقم کی ایک پائی بھی بے جا صرف نہیں ہوگی، اور کم سے کم لاگت میں اچھی عمارت بن جائے گی۔ میں انجمن کی طرف سے موصوف کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

آخر میں انجمن کی موجودہ مالی حالت کا ایک سرسری خاکہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس وقت انجمن کا کل سرمایہ چار ہزار ایک سو اکیس روپیہ سکۂ ہند ہے۔ اس کے منجملہ تین ہزار تین سو ستاون روپے میعادی امانت کی مد میں اور سات سو گیارہ روپیہ چالو کھاتہ کے طور پر جی رگھوناتھ مل بنک لمیٹڈ میں جمع ہیں اور باقی ترپن روپے معتمد اعزازی کے پاس نقد موجود ہیں۔ ختم جون ۱۹۵۲ء تک کے حسابات کی تنقیح سال گزشتہ ہو چکی تھی۔ اب یکم جولائی ۱۹۵۲ء سے ۳۰ر ستمبر ۱۹۵۳ء تک کے پندرہ مہینوں کے حسابات کی تنقیح بھی مسرس دستگیر اینڈ کو سے کرائی گئی ہے۔ سال گزشتہ کی طرح اس سال بھی دستگیر کمپنی نے بلا معاوضہ ہمارے حسابات کی تنقیح کی جس کے لئے میں انجمن کی طرف سے ان کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

حبیب الرحمٰن (معتمد اعزازی)

مچھلی پٹنم

آل آندھرا اردو مجلس کے زیر اہتمام انجمن مفید الاسلام کی دعوت پر آل آندھرا چوتھی اردو کانفرنس ۱۶ر اور ۱۷ر جنوری ۱۹۵۴ء کو ٹاؤن ہال مچھلی پٹنم میں منعقد ہو رہی ہے جس کے مختلف اجلاس ہوں گے جن کا پروگرام حسب ذیل ہے۔

۱۶ر جنوری سہ پہر ۴ بجے فخر قوم عالی جناب ملا عبد اللہ بھائی طاہر علی صاحب ممبر پارلیمنٹ (ناگپور) کانفرنس کی صدارت فرمائیں گے عالیجناب ٹی کرشنن۔ ایم جیسوریا صاحب ایم۔ ڈی (برلن) ممبر پارلیمنٹ (حیدر آباد) کانفرنس کا افتتاح فرمائیں گے۔ عالی جناب ایس۔ وی۔ ایل نرسمہم صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ایل ممبر پارلیمنٹ (گنٹور) عالی جناب بی۔ ایچ رتی صاحب بی۔ اے ممبر پارلیمنٹ (ایلورو) عالیجناب محمد امجد صاحب مخفی صدر آل آندھرا اردو مجلس۔ عالی جناب حیدر علی خاں صاحب بی۔ اے (گوڈیواڈہ) و دیگر مشاہیر تقاریر فرمائیں گے۔ ایک ادبی نمائش بھی ترتیب دی جا رہی ہے۔

۱۶ر جنوری رات کو نو بجے کانفرنس کا عظیم الشان غیر طرحی مشاعرہ بصدارت افتخار الشعراء عالی جناب راگھویندر راؤ صاحب جذب منعقد ہوگا جس میں نامور شعراء کی شرکت کی توقع ہے۔

۱۷ر جنوری دس بجے دن مندوبین کی تقاریر ہوں گی۔ مقالے پڑھے جائیں گے۔ اہم قرار دادیں پاس ہوں گی اور کانفرنس اختتام پذیر ہوگی۔

۱۷ر جنوری کو بیجے واڑہ ریڈیو اسٹیشن سے رات کے ۹ بجے ایک مشاعرہ نشر کیا جائے گا جس میں نامور شعراء شرکت فرمائیں گے۔

کانفرنس کے دعوت نامے جناب ایس۔ اے صمیع اختر صاحب صدر مجلس استقبالیہ۔ فتح علی مرزا خان صاحب نیّر سکریٹری مجلس استقبالیہ اور محمد غالب فدائی صاحب سکریٹری جنرل آل آندھرا اردو مجلس [illegible] منزل ایچ۔ ایم۔ ایس بلڈنگ ہاربر روڈ مچھلی پٹنم (۱) سے جاری کئے ہیں۔

ریاست آندھرا کی اردو کانفرنس

۱۶ر اور ۱۷ر جنوری کو جو اردو کانفرنس مچھلی پٹنم میں منعقد ہو رہی ہے آندھرا کی نئی ریاست کے لئے وہ خاص اہمیت رکھتی ہے۔ کانفرنس کے لئے انجمن ترقی اردو (ہند) کے صدر جناب ڈاکٹر ذاکر حسین اور جنرل سکریٹری قاضی عبد الغفار صاحب نے جو پیامات بھیجے ہیں وہ شائع کئے جاتے ہیں۔

انجمن ترقی اردو (ہند) کے محترم صدر ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی کا حسب ذیل پیغام چوتھی آل آندھرا اردو کانفرنس (مچھلی پٹنم) کے لئے بھیجا گیا۔

مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آندھرا کی نئی ریاست کے اردو دوست حضرات نے ایک مناسب موقع پر آندھرا میں زبان اردو کے مسائل پر غور کرنے کے لئے اس ضروری اجتماع کا انتظام کیا ہے۔ کوئی زبان عوام کی تائید کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی جس طرح کوئی سکہ نہیں چل سکتا جب تک کہ وہ بازار میں مقبول نہ ہو۔ آندھرا کی نئی ریاست میں اردو زبان والوں کی تعداد بہت کافی ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہاں اردو کے متعلق ایسی تنگ نظری بھی نہیں ہے جیسی کہ بعض دوسرے صوبوں میں دیکھی جاتی ہے۔ پھر بھی اردو زبان کی حفاظت اور ترقی کے لئے صرف حکومتوں کی مہربانیوں پر بھروسہ کرنا اصولاً غلط ہے۔ ہمیں خود بھی اپنی زبان کی پرورش اسی طرح کرنی ہے جس طرح ہم اپنی اولاد کی پرورش کرتے ہیں۔ ایک بات میں خاص طور پر اس اجتماع سے کہوں گا۔ وہ یہ کہ آپ اردو کے لئے ہماری جد و جہد کے اس بنیادی اصول کو مضبوط رکھئے کہ اردو نہ تو کسی ایک فرقہ کی زبان ہے اور نہ اس کا کوئی تعلق کسی خاص مذہب یا تہذیب سے ہے۔ وہ ہمارے ملک کی مشترکہ تہذیب کی ایک نمایاں علامت ہے اور اسی حیثیت سے ہم اس ملک کے اتحاد کو قائم رکھنے کے لئے اس زبان کو قائم رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن اردو کے لئے ہماری جد و جہد ہرگز کسی دوسری زبان کے خلاف نہیں۔ آندھرا کے دوستوں سے میں کہوں گا کہ وہ اپنی ریاست

کی بڑی زبان تیلگو کا پورا پورا احترام کریں اور اس کی ترقی و حفاظت کے لئے بھی اسی طرح جد و جہد کریں جس طرح وہ اردو زبان کے لئے کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے ملک کی یہ سب زبانیں اپنے اندر تہذیب اور کلچر کے ایسے خزانے رکھتی ہیں جو صدیوں میں جمع ہوئے ہیں اور یکساں قیمتی اور قابل قدر ہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ آپ کی یہ کانفرنس اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگی۔

ذاکر حسین

انجمن کے جنرل سکریٹری کا پیام

اردو زبان کے مسئلہ نے سب سے زیادہ مشکل صورت اترپردیش میں اختیار کی ہے جس کا مقابلہ کرنے کے لئے انجمن ترقی اردو کو سخت جد و جہد کرنی پڑی ہے۔ آندھرا کی نئی ریاست میں اس قسم کی دشواریاں نہیں ہیں اس لئے کہ وہاں کی اکثریت زبان کے معاملہ میں بے تعصب اور وسیع النظر ہے۔ ایک مدت سے میری یہ خواہش تھی کہ آندھرا میں اردو زبان کے دوستوں اور حامیوں کا ایک اجتماع ہو اور اس میں اس علاقائی زبان کے مسائل پر غور کیا جائے۔ عجب بدقسمتی ہے کہ جب ایک ایسے اجتماع کا انتظام ہوا تو میں اس میں شرکت نہ کر سکا۔ اگر اترپردیش میں اردو زبان کا مسئلہ اس منزل پر نہ آگیا ہوتا جہاں اب انجمن کا ایک وفد صدر جمہوریہ کی خدمت میں جانے والا ہے تو میں جس طرح بھی ممکن ہوتا اس اجتماع میں ضرور شرکت کرتا۔ لیکن صدر جمہوریہ کی خدمت میں ملاقات کی درخواست پیش کی جا چکی ہے اور ہر روز انتظار ہے کہ وہ ہمارے وفد کو طلب فرمالیں گے۔ اس لئے میرا اس وقت کسی لمبے سفر پر جانا کسی طرح مناسب نہ تھا۔ بہر حال میرے تمام تصورات اور میری بہترین تمنائیں آندھرا کانفرنس کے ساتھ ہیں اور میں اس کی پوری کامیابی کی تمنا رکھتا ہوں۔

ایک دو باتیں مجھے آندھرا کے اردو دوستوں سے عرض کرنی ہیں۔ اول یہ کہ اپنی علاقائی زبان کی خدمت کو ہر قسم کی تنگ نظری اور تعصب سے پاک رکھئے۔ دوسری زبانوں کے ساتھ آپ کی زبان کا تعلق بہترین اور خوشگوار ہونا چاہئے۔ دوئم یہ کہ زیادہ وقت اور قوت صرف مشاعروں اور جلسوں پر صرف نہ کیجئے بلکہ ٹھوس تعمیری کام کی طرف زیادہ توجہ کیجئے یعنی آپ اردو زبان بولنے اور پڑھنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ کرتے رہیں اور اس کا طریقہ صرف ایک ہی ہے۔ مدرسوں اور مکتبوں کے ذریعہ سے ایسی فضا پیدا کیجئے کہ کوئی بچہ جس کی مادری زبان اردو ہے تعلیم سے محروم نہ رہ جائے۔ سوئم یہ کہ اپنی تنظیم کو مستحکم کیجئے اور انجمن ترقی اردو (ہند) کی مرکزی تنظیم سے وابستہ ہو جائیے تاکہ آپ کے اور ہمارے درمیان پوری طرح تعاون ہو سکے۔ یہ ضروری ہے کہ آندھرا میں ایک ریاستی انجمن ترقی اردو قائم کی جائے اور اس کا الحاق مرکزی انجمن سے کر لیا جائے۔ اس کے بغیر مجھے اندیشہ ہے کہ آندھرا کے اردو دوستوں کو اپنے کام میں زیادہ دشواریوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔

چہارم یہ کہ اس بنیادی اصول پر زیادہ سے زیادہ زور دیجئے کہ اردو ہرگز کسی ایک فرقہ کی زبان نہیں ہے، بلکہ وہ تمام ہندوستان کی مشترکہ زبان ہے اور ہماری مشترکہ تہذیب کا ایک نشان راہ ہے جس کی بربادی مشترکہ تہذیب کی بربادی ہوگی۔ ہم اردو زبان کی حفاظت اسی لئے کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے ملک کے COMPOSIT CULTURE کی حفاظت کرنی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ جو اردو دوست احباب اس کانفرنس میں شریک ہوں گے وہ گہری نظر سے اس مسئلہ کو دیکھیں گے اور جو فیصلے کریں گے وہ ایسے ہوں گے جن کے متعلق کوئی نکتہ چین یہ نہ کہہ سکے کہ وہ کسی قسم کی عصبیت سے آلودہ ہیں۔

انجمن ترقی اردو (ہند) ہر حال میں آندھرا کے اردو دوستوں کے ساتھ پورا پورا تعاون کرے گی۔

محمد عبد الغفار

پرنٹر :- مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ

پبلشر :- قاضی عبد الغفار۔ صدر دفتر انجمن ترقی اردو علی گڑھ